Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 04, October - December 2025, **PP**: 37-52
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

ردِ قادیانیت میں پیر مہر علی شاہ کا علمی و عملی کردار

The Intellectual and Practical Role of Pīr Meher ‘Alī Shāh in the Refutation of Qadianism

1. **Dr. Muhammad Akram**
akramfqchfd@gmail.com
Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.

2. **Muhammad Saad**
saadrasheed101@gcuf.edu.pk
Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.

How to Cite: Dr. Muhammad Akram and Muhammad Saad. 2025: “The Intellectual and Practical Role of Pīr Meher ‘Alī Shāh in the Refutation of Qadianism”. Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (04): 37-52.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
01-10-2025	12-10-2025	25-12-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

ردِ قادیانیت میں پیر مہر علی شاہ کا علمی و عملی کردار

The Intellectual and Practical Role of Pīr Meher ʻAlī Shāh in the Refutation of Qadianism

1. **Dr. Muhammad Akram**
   Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.
   akramfqchfd@gmail.com

2. **Muhammad Saad**
   Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.
   saadrasheed101@gcuf.edu.pk

Abstract

This study examines the intellectual and practical role of Pīr Meher ʿAlī Shāh in the refutation of Qadianism (Ahmadiyya movement) during the late colonial period of the Indian subcontinent. It highlights his unique position as a Sufi-scholar who combined rigorous classical learning with spiritual authority and public engagement. On the intellectual level, the paper analyzes his scholarly critiques, most notably his reasoned response to Mirza Ghulam Ahmad's doctrinal claims grounded in Qurʾān, Sunnah, consensus (ijmāʿ), and principles of Islamic theology and finality of prophethood (Khatm al-Nubuwwah). On the practical level, the study explores his role in mobilizing religious scholars, influencing public opinion, and safeguarding mainstream Sunni belief through debates, correspondence, and institutional support. The paper argues that Pīr Meher ʿAlī Shāh's contribution represents a balanced model of scholarly refutation and ethical engagement, demonstrating how intellectual rigor, spiritual credibility, and social responsibility can effectively respond to doctrinal challenges. His approach not only countered Qadianism in his own time but also left a lasting impact on later movements defending Islamic orthodoxy in South Asia.

Keywords: *Pīr Meher ʿAlī Shāh, Qadianism, Ahmadiyya Movement, Khatm al-Nubuwwah, Refutation, Sufism.*

تمہید

پیر مہر علی شاہ کو قدرت نے دین کی حفاظت و نگہبانی کے لیے پیدا کیا۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی اس طاغوتی قوت سے مقابلہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرمایا۔ آپ نے ایک لادینی حکومت کی الحاد پرور فضا میں ایک مدعی نبوت کے خلاف کامیاب قلمی اور لسانی جہاد کیا، حتی کہ اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کی جانب سے متفقہ طور پر آپ ہی قائد تسلیم کیے گئے اور آپ کی تصانیف تردید قادیانیت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ زیرِ نظر مقالہ آپ کی ردِ قادیانیت کے سلسلے میں علمی و عملی خدمات کے تعارف و تحقیق پر مشتمل ہے جس پر آئندہ سطور میں بحث کی جاتی ہے۔

تحفظ ختم نبوت اور پیر مہر علی شاہ کا علمی کردار

پیر مہر علی شاہ نہ صرف تصوف و سلوک کے سلسلہ کے عظیم بزرگ تھے بلکہ علمی ثقاہت و فقاہت کے بھی حامل تھے۔ ردِ قادیانیت کے سلسلے میں آپ نے اپنی تحاریر و تصانیف کے ذریعے کلیدی کردار ادا کیا۔ ان تصانیف کو رد قادیانیت میں سند کا درجہ حاصل ہے۔ آپ کی تصانیف کے بعد جتنی بھی تصنیف اس موضوع پر لکھی گئیں ان کے لیے ان کتب کو مصادر کا درجہ حاصل ہوا۔ رد

قادیانیت کے سلسلے میں آپ کی کتب حسب ذیل ہیں:

1. ہدیۃ الرسول ﷺ
2. شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح
3. سیف چشتیائی۔

ہدیۃ الرسول ﷺ

جب مرزا نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا تو آپ نے اپنے دروس میں حیات عیسیٰ علیہ السلام، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی حیات کے دوسرے گوشوں کو عقلی اور نقلی طور پر بیان کرنا شروع کر دیا کیونکہ حیات و نزول مسیح کا عقیدہ بھی اسلام کا اہم حصہ ہے اور نظریہ ختم نبوت اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے، جس کا انکار کفر کے مترادف ہے۔ اس لیے پیر صاحب کو حضور خاتم النبیین ﷺ سے باطنی طور پر اس فتنے کی سرکوبی کے لیے حکم فرمایا گیا۔ علاوہ ازیں کچھ رؤیا صالحہ اور بزرگوں کے ارشادات بھی ہوئے۔

وجہ تالیف

ہدیۃ الرسول مرزا کی کتاب ''ایام الصلح'' کے جواب میں لکھی گئی۔ اس کتاب کی وجہ تالیف مترجم سید عزیز الرحمٰن شاہ جنہوں نے آپ کی فارسی کتاب کو ترجمہ کر کے اردو میں شائع کیا، وہ بیان کرتے ہوئے عرض مترجم کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

> ''کتاب ''ہدیۃ الرسول'' رد قادیانیت کے موضوع پر حضرت مجدد گولڑوی کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ یہ کتاب 1899ء میں اس وقت لکھی گئی جب مرزا نے فارسی زبان میں ''ایام الصلح'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی جناب سے سیدنا پیر مہر علی شاہ کو واضح طور پر حکم دیا گیا کہ آپ مرزا قادیانی کا رد کریں''[1]

اس کتاب کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے مفتی محمد امین قادری ''عقیدہ ختم نبوت'' میں رقم طراز ہیں:

> ''سب سے پہلے تو آپ نے مرزا کی مشہور کتاب ''ایام الصلح'' (فارسی) اور دیگر رسائل کے رد میں 1899ء میں کتاب ''ہدیۃ الرسول'' فارسی زبان میں تالیف فرمائی کیونکہ ''ایام الصلح'' کو مرزا نے کابل وغیرہ کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے فارسی زبان میں لکھا تھا اور اس کا مؤثر توڑ کرنا بہت اہمیت رکھتا تھا''[2]

تعارف کتاب

مذکورہ کتاب اور حضرت کی دیگر کتب دقیق الفاظ، مسجع و مقفع عبارات اور فلسفہ و منطقیانہ انداز اسلوب میں تحریر کی گئیں۔ اس اسلوب بیان کی وجہ سے مرزا کے اس دعویٰ کا رد ہے جو اس نے اپنی عرب دانی کے بارے میں کیا۔ آپ نے اس کتاب میں بیس مختلف علوم و فنون کا استعمال کیا ہے۔ عوامی نقطۂ نظر کی بجائے آپ کی تحریروں کا اصلی مقصود علماء کو ذلت و لغزش سے بچانا اور صراط مستقیم پر قائم رکھنا تھا۔ حضرت مجدد گولڑوی کی کتابوں کے دقیق الفاظ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ علوم و فنون کا بحر بیکراں تھے اور حضرت کی علمی شخصیت ان کے دور میں علمی حلقوں میں حوالہ کا درجہ رکھتی تھی اور علماء کے سامنے صرف یہ کہہ دینا کہ ''قال العلامہ گولڑوی'' یعنی علامہ گولڑوی نے یہ بات کہی، اس بات کی سند ہوتا تھا۔ آج بھی ''ہدیۃ الرسول'' رد قادیانیت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب کا تعارف مصنف خود کرواتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام اور اہل بیت

اظہار اور وارثانِ علم نبوت پر سلامتی کے بعد کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

حمد و صلاۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ عجالا (جلدی میں لکھا جانے والا کتابچہ) نفع دینے والا اور چند آیات کی وضاحت میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو دور کرنے والا ہے، جس کا نام "ہدیۃ الرسول و القبول ہو المسول و غایۃ المامور" جو ایک مقدمہ اور تین مقاصد پر مشتمل ہے جبکہ مقدمہ میں 10 اصول ہیں۔[3]

تعارف شمس الہدایہ فی اسباب حیات المسیح

حیات رسول اور خلافت راشدہ سے آج تک عقیدہ ختم نبوت پر اجماع صحابہ اور تعامل اُمت کا اس معنٰی و مراد پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تیس کذاب نبیوں کی پیشین گوئی فرمائی تھی، مرزا غلام احمد قادیانی ان میں سے ایک ہے۔ مرزا نے پہلے پہل دعویٰ نبوت سے گریز کیا۔ براہین احمدیہ میں الہامات بیان کر کے اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی، تدریجاً اس نے مبلغ سے مجدد اور پھر مثیل مسیح اور مسیح موعود کا اعلان کر دیا اور اپنے دعویٰ مسیحیت کو ثابت کرنے کے لیے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیا اور کشمیر میں ان کی قبر کو ثابت کرنے کے لیے پورا زور قلم صرف کر دیا، تو حضرت پیر میر علی شاہ صاحبؒ نے فاتح مسیح کے نظریئے کی تردید کے لیے قلم اٹھانے کا فیصلہ کیا اور 1899ء سے 1900ء کے عرصہ میں شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

سبب تالیف

"شمس الہدایہ" کی تالیف کا سبب پیر میر علی شاہ خود بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا کی تالیفات کے سنائے، گو کہ میں بھی ابنائے زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محروم ہونے اشراف نوری سے قابل اس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آج کل کے دھوکوں سے بچاؤں مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخ زماں کے سننے کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکی اور عقیدۂ حقہ کا یوں بطلان گوارا نہ ہو سکا، یہ چند مضامین آیات رفع و حدیث نزول مسیح بغیر اس محرک کہ اس کا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بھائی سے ہو کے لکھے گئے تا کہ ابنائے زماں اتنی جرات سے باز آئیں اور معنی جو مراد ہیں آیات اور احادیث سے ان کو واضح ہو جائیں۔

مزید لکھتے ہیں:

چند احباب کے اصرار پر رسالہ شمس الہدایہ لکھا گیا تھا جس سے مراد نہ تو طلب شہرت اور نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلائے کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں باز پرس سے بچ جاؤں اور اگر ان اوراق کی تصنیف سے گم کردہ راہ پر آ جائیں یا متزلزل اعتقاد گمراہ ہونے سے بچ جائیں تو مستحق ثواب ٹھہروں۔[4]

مضامین شمس الہدایہ

- **اوّل:** مرزا غلام احمد نے قرانی آیات اور احادیث نبویہ سے معنی میں تاویل و تحریف کر کے وفات مسیح کو ثابت کرنے کی کوشش کی اور اپنے خود ساختہ نظریے کو منوانے کے لیے علماء و مشائخ کو للکارا اور لاف زنی کرتے ہوئے مشائخ کے سلاسل اربعہ کو پکارا تو پیر مہر علی شاہ نے جواب دیا۔ دعویٰ اور لاف زنی کرنا صوفیا کا شیوہ نہیں۔ اس کے دعویٰ کی تردید سے قبل

آپ نے کلمہ طیبہ کے حوالے سے مرزا سے سوالات کر دیئے کہ وہ کلمہ طیبہ کے معنی بیان کرے۔ مرزا نے اپنے مرید احسن امروہی کی ڈیوٹی لگائی۔ اس نے پیر صاحب کی کتاب "تحقیق الحق" سے سرقہ کر کے معنی بیان کرنے کی کوشش کی لیکن سرقہ کا انکشاف ہو گیا اور کم علمی کے باعث کماحقہ استفادہ نہ کر سکا۔

- **دوم:** حیات مسیح پر آپ نے مرزا کے سوال کا جواب دیا کہ تمام اہل اسلام حیات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ بعض آپ کے جسم عنصری کے قائل اور بعض جسم برزخی کے قائل ہیں مگر نزولِ مسیح پر سب ہی متفق ہیں۔ مرزا کے اس دعویٰ کا جواب دیا کہ رفع عیسیٰ اصل قرآن میں نہیں۔ آپ نے لکھا کہ "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ"[5] "رفع جسمی میں نص صریح ہے اور مرزا کے اشکال کو رفع کیا کہ اس سے مراد رفع روحانی ہے۔ اس کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا: کلمہ "بل" جس کا ترجمہ "بلکہ" ہے ابطال ما قبل کے لیے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہود کے زعم میں جو عیسیٰ علیہ السلام کی مقتولیت و مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے اور ما قبل اور بعد "بل" اضطرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں۔ یعنی دونوں معاً متحقق نہیں ہوتے۔"[6]

شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح کی اہمیت

رد قادیانیت اور خاص طور پر حیات عیسیٰ علیہ السلام اور نزول مسیح پر ایک مکمل دستاویز ہے جس نے قصر قادیانیت کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کے دعویٰ کے دلائل و براہین کی دھجیاں بکھیر دیں۔ تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس کی اہمیت کا اعتراف کیا۔ "عقیدہ ختم نبوت" میں اس کتاب کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "حضرت مؤلف کی ایک کتاب بر صغیر کے علمی طبقہ میں نہایت مقبول ہوئی حتیٰ کہ اختلاف مسئلہ کے باوجود اہل حدیث کے مشہور عالم مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی نے امر تسر سے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ شمس الہدایہ کے مطالعہ سے نہایت محظوظ و مستفیض ہوا۔"[7]

مفتی محمد امین قادری امر تسر کے مولوی حبیب اللہ کا شمس الہدایہ پر تبصرہ نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "امر تسر کے ایک مولوی حبیب اللہ صاحب نے لکھا کہ شمس الہدایہ کے مطالعہ سے بعض مرزئی تائب ہو کر سیدھی راہ پر آ گئے۔ وہ خود بھی پہلے مرزائی تحریروں سے کچھ متاثر تھے اور پھر وہ اپنے شکوک کے ازالہ کے لیے حضرت مؤلف سے رجوع کرتے رہے۔ خدا کی شان یہ کہ پھر انہی مولوی حبیب اللہ صاحب نے رد مرزائیت میں ایسی مفید کتابیں لکھیں کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی انہیں اپنے حواشی قرآن میں سورۃ المومنون آیت نمبر 50 کی تشریح کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا، چنانچہ ان چیزوں کا قادیانی حلقوں میں سخت رد عمل ہوا۔"[8]

پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ "شمس الہدایہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "شمس الہدایہ کی انفرادیت یہ ہے کہ اس کی اشاعت کے ساتھ ہی مرزا صاحب بوکھلا گئے۔ بہت زیادہ دکھ، پریشانی اور خوفزدگی کا اظہار کیا۔ اس کتاب کو انہوں نے اپنے سلسلے کو نابود کرنے والی کتاب قرار دیا اور رد قادیانیت کے حوالے سے حضرت قبلہ کی مساعی جمیلہ کو اپنے مشن کے لیے تباہ کن قرار دیا۔"[9]

اس کتاب نے قادیانی حلقوں میں کہرام مچا دیا۔ مرزائیت کی تردید میں جو ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی گئیں ان میں شاید پہلی کتاب شمس الہدایہ تھی، جو پیر مہر علی شاہ نے، علم حدیث میں جو مولانا محمد علی صاحب محدث سہارن پوری مرحوم کے شاگرد ہیں۔ آج

سے تقریباً چالیس سال پہلے زیب رقم فرمائی۔ اس کتاب میں مسئلہ حیاتِ مسیح کو اس طرح مفتح کیا گیا ہے کہ اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرزائی حلقوں میں کہرام مچ گیا۔

شمس الھدایہ پر مرزا غلام احمد کا ردِ عمل

مرزا غلام احمد اور اس کے قلم کاروں نے جب شمس الھدایہ کا مطالعہ کیا تو اس کتاب کا جواب ان کے فہم و ادراک سے بالاتر تھا۔ لہٰذا انہوں نے خفت مٹانے کے لیے اپنے عقیدت مندوں کو مطمئن کرنے کے لیے پیر مہر علی شاہ کو دعوت مناظرہ دے دی۔ اس واقعہ کا حال مفتی محمد امین قادری یوں بیان کرتے ہیں:

> ”اس رسوائی کا داغ مٹانے کے لیے 22 جولائی 1900ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک اشتہار تمام ہندوستان میں تقسیم کیا گیا جس سے برصغیر کے تمام مشائخ علمائے کرام کو عموماً اور صاحب ”شمس الھدایہ“ کے ساتھ ساتھ 86 جید علماء حضرات کو خصوصاً لاہور میں 25 اگست 1900ء کو مناظرہ کی دعوت دی گئی۔“[10]

اس مرزائی دعوت مناظرہ اور اس کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد امین قادری لکھتے ہیں:

> ”اس کھلے چیلنج کو سب سے پہلے حضرت مؤلف نے قبول کرتے ہوئے اپنی طرف سے 25 جولائی 1900ء کو اشتہار شائع کر دیا اور حسب وعدہ لاہور تشریف لے گئے لیکن مرزا صاحب میدان مناظرہ میں آنے کی جرات نہ کر سکے جس سے مرزائیوں کو خفت اٹھانا پڑی۔“[11]

مناظرہ لاہور سے فرار ہو کر ایک سال بعد مرزا نے شمس الھدایہ کا جواب محمد احسن امروہی سے شمس بازغہ کے نام سے لکھوایا۔ ”شمس بازغہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد امین قادری لکھتے ہیں:

> ”ایک سال بعد آپ نے ایک تنخواہ دار محمد احسن امروہی سے شمس بازغہ کے نام سے ایک کتاب لکھوائی جو بظاہر تو شمس الھدایہ کی تردید میں تھی لیکن درحقیقت بے سروپا مضامین اور مصنف شمس الھدایہ کے خلاف بے ہودہ گوئی کا مجموعہ تھی۔“[12]

سیف چشتیائی

فتح مناظرہ لاہور کی خفت کو مٹانے اور قادیانی سلسلہ کو زندگی بخشنے کے لیے مرزا غلام احمد نے اپنے قادیانی مرید احسن امروہی سے شمس بازغہ کے نام سے کتاب لکھوائی اور مرزا غلام احمد نے اعجاز المسیح کے نام سے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی۔ اس اقدام میں پیر مہر علی شاہ کے خلاف ناشائستہ زبان اختیار کی گئی۔ مرزا نے اسے عربی زبان میں تحریر کر کے بطور چیلنج پیش کیا۔ اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے جواب میں پیر مہر علی شاہ نے اپنی شہر آفاق کتاب سیف چشتیائی 1902ء میں شائع کی۔ دلائل قرآن و سنت، فصاحت و بلاغت کے ساتھ اثبات حق اور ابطال باطل کا عظیم شاہکار ہے۔

وجہ تالیف

سیف چشتیائی میں مؤلف نے خود اس کی غرض وغایت بیان کی۔ مناظرہ تفسیر نویسی کے لیے پیر مہر علی شاہ لاہور پہنچے۔ 25 سے 29 اگست تک مرزا کا انتظار کیا، لیکن مرزا نے راہ فرار اختیار کر لی۔ اس کے بعد مرزا نے اپنے مرید امروہی سے شمس بازغہ اور خود اعجاز المسیح کے نام سے قرآن کی عربی تفسیر لکھی۔ پیر مہر علی شاہ سیف چشتیائی کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بہت دیر بعد "شمس الہدایہ" کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہی مرید نے شمس بازغہ لکھی اور مرزا نے تفسیر فاتحہ چھپوائی۔ دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں۔ گو بہت کچھ انکار کیا گیا اور کہا گیا "آں کس بقران و خبر زونر ہی۔ آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی" لیکن پھر یہی سوال پیش آیا کہ قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا غرض ہے۔ عوام مسلمانان ہند اور پنجاب کے فائدے کے لیے سہی۔"[13]

خلاصہ مضامین سیف چشتیائی

اس کتاب میں آپ نے ایک سو بارہ مضامین کو قلم بند کیا۔ اس کتاب میں مرزا کی صرفی، نحوی اور عربی عبارات اور محاورہ کی غلطیوں کا انکشاف کیا۔ ان میں سے چند ایک مضامین ظلی و بروزی نبوت، فنافی الرسول، قادیانی نبوت کے دلائل کا رد، قادیانی تفسیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، نصوص بینہ کے انکار پر گرفت اور وقوع قیامت کے متعلق قادیانی سوالات کے جوابات پر اختصار کیا گیا۔

سیف چشتیائی کی قدر و منزلت

اس کتاب کو علمائے عصر نے تحریراً اور تقریراً ایک علمی شاہکار قرار دیا اور مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اور مصنفین نے اپنی تصانیف میں بطور حوالہ پیش کیا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد علمائے حق میں مرزائیت کی تبلیغ قطعاً غیر مؤثر ہو کر رہ گئی اور ہزاروں مذبذبین اہل اسلام عقیدہ حقہ پر مضبوط ہو گئے بلکہ کئی مرزائی اس کتاب کو پڑھ کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ مولانا فیض کا تبصرہ اپنی کتاب میں لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ کتاب آپ نے نادر استدلال بلند پایاں علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال و جواب کا پیرایہ میں واضح اور دلنشین انداز اور تجزیہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی۔ بلند پایاں علماء کے طبقہ میں تو بالخصوص اس کی بہت مانگ ہے اور وہی حقیقت میں اس کی صحیح قدر و منزلت بھی کر سکتے ہیں"[14]

آپ نے "سیف چشتیائی" میں شمس بازغہ کے اعتراضات کا شافی جواب دیا۔ ہر مسلک نے آپ کی عظمت کا اعتراف کیا۔ مشتاق احمد چشتی مذکورہ کتاب پر مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے حوالے سے تبصرہ لکھتے ہیں:

"مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر بیان القران میں اسے حیات المسیح کے مسئلے پر قابل مطالعہ قرار دیا اور مولانا انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح پر ایک بہترین اور کافی و وافی تحریر قرار دیا"[15]

مولانا فیض احمد فیض نے مولوی حبیب اللہ امرتسری کے ایک مکتوب سے مذکورہ کتاب پر تبصرہ نقل کیا ہے کہ مرزائیوں کی کتاب عسل مصفیٰ پڑھ کر میرے دل میں شکوک پیدا ہو گئے مگر آپ کی تصانیف سیف چشتیائی اور شمس الہدایہ نے میرے دل میں تسلی بخش امرت ٹپکایا اور نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے۔[16] مشتاق احمد چشتی مولانا فضل حق رام پوری کا "سیف چشتیائی" پر تبصرہ نقل کرتے ہیں:

"یوں تو حضرت کے کمالات بہت بیان ہوتے ہیں مگر میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی ہے"[17]

پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ "سیف چشتیائی" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے جواب میں حضرت قبلہ عالم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سیف چشتیائی 1902ء میں شائع کی جس میں آپ نے قادیانی علم الکلام اور تفسیری اعجاز کی قلعی کھول دی اور عوام الناس کو مرزا صاحب کی صرفی، نحوی اور عربی زبان اور محاورہ کی غلطیوں سے آگاہ کیا۔ آپ کا مؤقف یہ تھا کہ جس کتاب کو مرزا صاحب اپنا اعزاز قرار دیتے ہیں وہ تو خود ان گنت اغلاط سے پر ہے۔ اس کا جواب کیا لکھا جائے۔ پہلے اس کا اعجازی کلام ہونا ثابت کیا جائے اس کے بعد ہم سے اس کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے۔"[18]

آپ نے اس کتاب میں مرزا کے فریب کو آشکار کیا کہ دعویٰ ظلی نبوت کا اور دلیل اصلی نبوت کی پیش کرتا ہے۔ آپ نے ظلی نبوت اور بروزی نبوت کی اصلاحات کی قرآن و سنت سے تردید کرتے ہوئے لکھا کہ شریعت میں ان الفاظ کی گنجائش نہیں۔ کشف اور الہام پر مرزا کی گرفت کی اور کشف کی اقسام بیان کر کے مرزا کے الہامات کو شیطانی الہامات قرار دیا۔ نبوت کے بارے میں قادیانیوں کے دلائل کا قرآن و سنت سے ابطال کیا۔ قادیانی تفسیر اعجاز المسیح میں نحوی و صرفی اور اصول بلاغت کی اغلاط کی نشاندہی کی اور شمس الہدایہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا اور شمس بازغہ کی غلطیاں کی نشاندہی کی اور علامات امام مہدی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

تحفظ ختم نبوت اور پیر مہر علی شاہ کا عملی کردار

حق و باطل، خیر و شر، نیکی و بدی کی قوتیں ازل سے بر سرِ پیکار چلی آ رہی ہیں۔ آدم و ابلیس، ابراہیم و نمرود، موسیٰ و فرعون، حسین و یزید اور چراغ مصطفیٰ سے شرر بولہبی نبرد آزما رہے مگر ابر رحمت و نصرت ہمیشہ اہل حق کے سروں پر سایہ فگن رہا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے پیر مہر علی شاہ کو عربی زبان میں تفسیر نویسی کے مقابلے کی دعوت دی۔ اس دعوتِ مناظرہ و مجادلہ اور مباہلہ کے پس پردہ محرکات و اسباب کیا تھے؟ حسب ذیل ان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ پورے ہندوستان کے علمائے کرام میں سے مرزا سب سے زیادہ خائف پیر مہر علی شاہ صاحب سے تھا۔ اس کے خوف اور خدشے کے اظہار کو پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ نے مجموعہ اشتہارات مرقومہ جولائی 1900ء کے حوالے سے اقتباس نقل کیا ہے:

"پیر مہر علی شاہ جو سخت مکذب ہیں، ضلع راولپنڈی کے سجادہ نشینوں میں سے ایک بزرگ ہیں۔ وہ اپنی رسمی مشیخیت کے غرور میں اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اس سلسلہ کو مٹا دیں۔"[19]

مولانا فیض احمد فیض نے "شمس الہدایہ" کے جواب سے فرار کو دعوت مناظرہ لاہور کا سبب قرار دیا۔ لکھا ہے کہ عوام کی طرف سے شمس الہدایہ کے جوابات کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو مرزا صاحب نے جوش میں آکر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دے دی مگر اس میں یہ نہیں کہا کہ آیئے میرے عقائد اور دعاوی سے آپ کو اور تمام عالم اسلام کو اختلاف ہے یعنی وفات مسیح، مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونا، لا مہدی الا عیسیٰ، میری ظلی و بروزی بلکہ مستقل نبوت، میرے متعلق انکار پر مسلمانوں کا خارج از اسلام ہونا اور دجال شخصی اور جہاد سیفی کی تردید وغیرہ کے متعلق میرے ساتھ مباحثہ کر لیں تاکہ حق واضح ہو جائے اور میرے مشن کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں، دور ہو جائیں بلکہ اس بات کی دعوت دی کہ آؤ میرے ساتھ عرب زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لو۔[20]

مرزا کی طرف سے تحریری دعوت مناظرہ

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے جولائی 1900ء کو ایک جاری کردہ اشتہار میں پیر مہر علی شاہ کو عربی زبان

تفسیر نویسی کے مقابلے کا چیلنج دیا گیا مرزا کے دعویٰ مناظرہ کو چند سطور میں اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

1. مرزا نے حیات عیسیٰ، نزول عیسیٰ، رفع عیسیٰ علیہ السلام، معراج رسول کریم ﷺ کو ہدف تنقید بنایا اور خدا تعالیٰ کی تائید کے تین طریقے بیان کیے۔
2. خدا تعالیٰ کے راست باز بندوں پر مقابلہ کے وقت خارق عادات امور صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل نہیں ہو سکتے۔
3. ان کو معرفت قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ "لَّا يَمَسُّهُ ۖ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" اس کی شاہد ہے۔
4. ان کی دعائیں اکثر قبول ہوتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتی۔ آیت "ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" اس کی گواہ ہے۔
5. سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق و کاذب کے پرکھنے کے لیے ایک حلقہ قرار دیا جائے اور اس طرح پھر مجھ سے مباحثہ کر لیا جائے کہ قرعہ اندازی کے طور پر قران کریم کی کوئی سورت نکالیں اور اس میں 40 آیات یا ساری سورت (اگر 40 آیات سے زیادہ ہوں) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور پیر مہر علی شاہ اول تو یہ دعاء کریں کہ الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستے پر ہے اسے روحانی قوت عطاء فرما اور روح القدس سے اس کی مدد فرما۔
6. چپکے چپکے اور بغیر آواز سنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے تاکہ اس کی فصیح عبارت کے سننے سے دوسرا فریق کسی قسم کا اقتباس سرقہ نہ کر سکے۔
7. فریقین کو سات گھنٹے کی مہلت ملے گی۔ ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اس تفسیر کو گواہوں کے روبرو ختم کرنا ہو گا۔
8. تین اہل افراد کا کردار ادا کرتے ہوئے فیصلہ کریں گے کہ کس کی تفسیر عبارت تائید القدس سے لکھی گئی ہے اور منصفین نہ میرے سلسلہ میں داخل ہوں اور نہ ہی پیر مہر علی شاہ کے مرید ہوں اور حلفاً اپنی رائے کا اظہار کریں۔
9. کسی حالت میں 20 ورق سے کم نہ ہو اور ورق سے مراد اس اوسط درجہ کی تختی اور قلم کا ورق ہو گا جس پر پنجاب اور ہندوستان کے صدہا قرآن کریم کے نسخے چھپے ہوتے ہیں۔
10. پس اگر اس طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ سے ہو سکا مگر انہوں نے بھی میرے مقابلے پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر علی شاہ کے ساتھ ہے اور اس صورت میں میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج بہ ثبت 20 گواہوں کے اس وقت لکھتا ہوں۔
11. لیکن اگر خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ کی زبان بند ہو گئی، نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے تو وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہو گا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار 10 دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔
12. مہر علی شاہ صاحب دس دن تک اپنی منظوری سے مجھے اطلاع دیں لیکن ضروری ہو گا کہ یہ اطلاع ایک چھپے ہوئے اشتہار کے ذریعے ہو جس پر میرے اشتہار کی طرح 20 معزز لوگوں کی گواہی ہے۔[21]
13. مرزا موصوف نے اس مذکورہ اشتہار کے ساتھ ایک ضمیمہ اشتہار دعوت لکھا جو کہ مناظرہ عربی تفسیر نویسی کی شرائط پر مشتمل تھا۔

14. اس مقابلہ کے لیے پیر صاحب کی شمولیت ضروری ہو گی یا پیر صاحب 40 علماء کی ایک مجلس مقابلہ کے لیے تیار کر کے بذریعہ اشتہار اطلاع دیں۔
15. مقام مباحثہ لاہور ہو گا جو پنجاب کا صدر مقام ہے اور تجویز مکان پیر صاحب کے ذمہ ہو گی۔
16. یہ بحث ایک دن میں ختم ہو گی اور صرف سات گھنٹے کی مہلت دی جائے گی۔
17. مضمون بیس ورق کا عربی زبان میں ہو گا اور اردو ہر گز استعمال نہ ہو گی۔ اپنی اپنی تحریریں دونوں فریقین ایک دوسرے سے دستخط ثبت کروائیں گے اور تحریروں کا تبادلہ کر لیں گے اور نقلیں منصفین کو مہیا کی جائیں گی۔
18. ہر فریق اپنی لکھی ہوئی عبارت خود سنائے یا جسے پسند کرے وہ فرد پڑھ کر سنادے۔
19. ایک دن میں ایسا نہ ہو سکے تو دوسرے دن وہ تحریر پڑھ کر سنائی جائے۔
20. تین مولوی صاحبان جن کو پیر صاحب تجویز کریں گے، تین مرتبہ قذف محسنات کی طرح حلف دیں گے۔ منصفین جو فیصلہ کریں گے وہی آخری فیصلہ ہمارا اور ہماری اندرونی مخالفتوں کا قطعی طور پر قرار دیا جائے گا۔
21. اگر پیر صاحب مقابلہ سے گریز کریں تو کم از کم 40 مولویوں کا مقابلے کے لیے آنا ضروری ہے۔
22. جولائی سے اس اشتہار کا جواب ایک ماہ تک پیر مہر علی شاہ نے نہ دیا یا مولویوں کی طرف سے نہ آیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے ان سب کے دلوں میں رعب ڈال کر ایک آسمانی نشان ظاہر کیا ہے۔

آخر میں ان 86 علماء کے نام کی فہرست دے دی جن کو پیر مہر علی شاہ کے ساتھ ساتھ مناظرہ کی دعوت دی گئی۔

اشتہار جوابِ دعوت

گولڑہ شریف میں مرزا صاحب کا یہ اشتہار دعوت 25 جولائی 1900ء کو موصول ہوا اور پیر مہر علی شاہ نے اسی روز منقولہ ذیل اشتہار جواب دعوت بمع ضمیمہ مطبع اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی میں بجھوا کر اگلے ہی روز ملک میں شائع کروا دیا۔ مرزا صاحب کی خواہش کے مطابق پانچ ہزار کاپیاں چھپوائی گئیں۔ مرزا صاحب کو بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ اور علماء کرام کو مندرجہ اشتہار دعوت اور پنجاب و ہندوستان، صوبہ سرحد اور افغانستان کے بہت سے دیگر علماء و فضلاء کو بھی دستی اور بذریعہ ڈاک روانہ کر دی گئی۔ ملک کے تمام اخبارات میں اس دعوت مناظرہ اور جواب دعوت کی اطلاعات نشر کر دی گئی۔

پیر مہر علی شاہ نے مرزا کی تمام شرائط کو من و عن قبول کر لیا۔ صرف ایک لسانی تقریر جو کہ مرزا کے دعویٰ پر مشتمل ہو گی، کا اضافہ کیا اس کا ذکر "مہر منیر" میں یوں کیا گیا ہے:

> "مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار مورخہ 20 جولائی آج ہی اس نیاز مند علماء و مشائخ عظام کی نظر سے گزرا کہ مجھ کو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور، مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسر و چشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گزارش کو بشکل شرائط مجوزہ منسلک فرماویں گے۔ وہ یہ ہے کہ مدعی مسیحیت، مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بالمشافہ حضور جلسہ سے اپنے دعویٰ کو بپایہ ثبوت پہنچادیں۔"[22]

آپ نے ایک اضافی شرط کے ساتھ مرزا کی تمام شرائط کو من و عن قبول کر لیا اور بیس گواہوں کے ساتھ دعوت کو قبول کر کے اشتہار بمع ضمیمہ اشتہار جاری کر دیا۔ اب بات انفرادی مناظروں سے نکل کر لاکھوں کے مجمع عام میں ایک فاضل و محقق اور مصنوعی مدعی کے درمیان آگئی۔ یوں دعوت اسلام اور دعوت قادیانیت میں حق و باطل کے معرکے کے فیصلے کا وقت آگیا۔ آپ نے

قبل از وقت پیش گوئی کی کہ مرزا کو الہام سکوتی ہو جائے گا اور راہ فرار اختیار کرے گا۔ مفتی محمد امین قادری نے الہام سکوتی کا جملہ ''تجلیات مہر انور'' کے حوالے سے نقل کیا ہے:

''پیر صاحب نے مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ اپنی طرف سے صرف زبانی گفتگو کی قید لگائی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ آپ کو عین وقت پر الہام سکوتی ہو جائے گی۔ آپ فرمائیں اس کا کیا علاج ہو گا۔''[23]

شرط لسانی تقریر اور مرزائی ردِ عمل

مرزائی لسانی تقریر مقابلہ سے گریزاں تھے چونکہ لسانی تقریر کا موضوع مرزا کے دعاوی تھے۔ اس سے مرزا کے مذہب کی بنیادوں کو خطرہ تھا اس لیے انہوں نے لسانی تقریر مقابلہ سے عذر لایعنی پیش کیا کہ مرزا صاحب لسانی تقریر پر 1896ء سے پابندی کا حکم دے چکے ہیں اس عذر کو پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ نے ڈاکٹر بشارت قادیانی کے حوالے سے لکھا ہے:

''قادیانیوں کی مقامی جماعت لاہور طرح طرح کے اشتہار شائع کر رہی تھی لیکن تقریری مقابلہ سے گریزاں تھی۔ جس کے لیے انہوں نے یہ جواب پیش کیا کہ چار سال قبل 1896ء میں مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ وہ ایسے مباحثے نہیں کریں گے''[24]

یہ مذکورہ بیان کذب بیان پر مبنی تھا کیونکہ مرزا 1902ء تک مولانا ثناءاللہ امر تسری کو دعوت مناظرہ دیتے رہے۔ پیر مہر علی شاہ نے دعوت مناظرہ عربی نویسی کو قبول کر کے اشتہار جاری کرنے کے چند روز بعد ایک اور اشتہار جاری کیا اور لکھا کہ اگر مرزا کوئی ترمیم کرنا چاہے تو بروقت بتلا دیں تا کہ اس معاملے پر بروقت طے کر لیا جائے۔ احسن امروہی نے ایک اشتہار نور الابصار کے نام سے جاری کیا کہ پیر صاحب نے مناظرہ سے انکار کر دیا ہے اور مزید یہ لکھا کہ ہمیں زبانی تقریر کی شرط منظور نہیں۔ اگر عربی نویسی پر مقابلہ کرنا ہو تو آ جائیں۔ اس پر پیر صاحب نے اپنے ارادت مند حکیم سلطان محمود کو حکم دیا کہ لسانی تقریر کی شرط واپس لے کر اشتہار جاری کر دو۔ مفتی محمد امین نے اس اشتہار کا اقتباس ''تجلیات مہر انور'' کے حوالے سے نقل کیا ہے، چند سطور حسب زیر ہیں:

''ہم اتمام حجت کے لیے تمہیں اور بھی ڈھیل دیتے ہیں کہ پیر صاحب تمہاری سب شرطیں بعینہٖ ہی جو تم نے پیش کی ہیں، منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ یعنی 25 اگست 1900ء کو بلا عذر و حیلہ لاہور میں آ جاؤ۔ وہ بھی تشریف لے جائیں گے۔ اگر اب تم 25 اگست 1900ء کو میدان میں نہ آئے اور گریز و فرار اختیار کیا اور ضرور ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے تو اس پر ہم بھی سمجھ لیں گے۔''[25]

تحریری معاہدے کے مطابق پیر مہر علی شاہ نے مرزا کی من و عن شرائط کے مطابق حق اور باطل کے فیصلے کے لیے لاہور جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کی اطلاع اپنے مریدین اور علمائے کرام کے علاوہ مرزا جی کو بھیج دی۔ مولانا فیض احمد فیض نے اس روانگی کو مہر منیر میں یوں بیان کیا ہے:

''24 اگست کو گولڑہ شریف سے روانگی پر حضرت نے مرزا کو ایک تار کے ذریعے پہلے راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے پھر اثنائے سفر لالہ موسیٰ جنکشن سے اطلاع دی کہ میں لاہور پہنچ رہا ہوں۔ جب آپ کی ٹرین لاہور پہنچی تو پہلا سوال جو آپ نے دریافت فرمایا، مرزا صاحب کی آمد کے متعلق تھا۔ 50 کے قریب نامی گرامی علماء آپ کے ہمراہ تھے جو پشاور، ہزارہ، اٹک، مچھ دھنی، گھیبی، پوٹھوہار، سواں اور سون وغیرہ کے علاقہ جات کے رہنے والے تھے۔''[26]

مفتی محمد امین قادری نے حضرت پیر مہر علی شاہ کی لاہور آمد کو یوں بیان کیا ہے:

"چنانچہ آپ "لکل فرعون موسیٰ" کے مطابق علمائے کرام کی ایک جماعت کی معیت میں حسب وعدہ 24 اگست 1900ء کو لاہور تشریف فرما ہو گئے اور قادیانی کی دعوت و تحریک کو راوی برد کرنے کا عزم مصمم کیے ہوئے تھے۔ آپ کا لاہور سے مرزا قادیانی پر خدائی رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ دیوار قادیان سے باہر نہ نکل پایا۔ پیر صاحب نے چھ دن قیام کیا اور مرزا قادیانی کا انتظار کیا مگر وہ نہ آیا اور نہ ہی اس کو آنا تھا۔ اسے مناظرہ سے پہلے "الہامی سکوتی" ہو گیا تھا"[27]

تحفظ ختم نبوت کے لیے متفقہ قائد

ڈاکٹر بشارت قادیانی نے آپ کی لاہور آمد کو بیان کرتے ہوئے پیر مہر علی شاہ کو تمام امت مسلمہ کا متفقہ قائد قرار دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ نے اپنی کتاب "مجدد اعظم" کے حوالے سے اقتباس نقل کیا ہے:

"اخبار "چودہویں صدی" راولپنڈی نے شائع کر کے ملک بھر میں تقسیم کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حسب وعدہ اگست میں تقریری و تحریری مقابلے کے لیے لاہور پہنچ جائیں گے۔ 24 اگست تا 29 آپ سرحدی اور تندخو مریدوں کی فوج لے کر لاہور آ گئے اور برکت علی محمڈن ہال میں قیام کیا۔ لاہور میں آپ کا شاندار استقبال ہوا آپ کو ایڈریس پیش کیا گیا اور تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ نے انہیں اپنی طرف سے متفقہ قائد مقرر کیا"[28]

مولانا صفی الرحمن مبارک پوری مقابلہ تفسیر نویسی پر "تبلیغ رسالت" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مرزا اور پیر صاحب کے درمیان مقابلہ طے پا گیا تھا کہ پیر صاحب کی شمولیت یا کم از کم 40 علماء کی شرکت ضروری قرار پائی مگر مرزا نے راہ فرار اختیار کی۔ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس دعوت کے مطابق پیر صاحب وقت مقررہ پر بنفس نفیس مقابلہ کے لیے لاہور پہنچ گئے مگر مرزا صاحب کو قادیان سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن زندہ دلیری دیکھیے کہ وہیں سے ایک اشتہار بھیج دیا کہ پیر صاحب گولڑہ مقابلہ سے بھاگ گئے۔"[29]

جو لوگ پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے ساتھ علمائے کرام کو دیکھ رہے تھے اور لاکھوں انسانوں کے سمندر کے جذبات کا نظارہ کر رہے تھے تو وہ مرزا کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے زبان حال سے کہہ رہے تھے کذب بیانی قادیانی کا شیوہ ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب برحق اور ہمارا نبی ورسول برحق، اسلام برحق اور حق کا فیصلہ ہو گیا۔

مرزا غلام احمد کے متضاد بیانات

دعوت مناظرہ سے قبل مرزا غلام احمد قادیانی نے درج ذیل بیانات جاری کیے۔ ان کو پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ نے مرزا کے الفاظ میں نقل کیا ہے:

1. پیر صاحب مباحثہ کے لیے لاہور نہیں آئیں گے اور اگر وہ آئے تو شکست ان کا مقدر ہو گی۔
2. میرے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ان کی دعاء ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے مامور اور مرسل کے دشمن ہیں اس لیے آسمان پر ان کی عزت نہیں ہے۔
3. مجھے قبولیت دعاء کی یقین دہانی کرا دی گئی ہے۔

4. اگر میں (لاہور) حاضر نہ ہوا تو اس صورت میں بھی کاذب سمجھا جاؤں گا۔
5. اور لعنت ہو اس پر جو تخلف (پیچھے ہٹنا) اور انکار (مباحثہ سے) کرے۔

مرزا غلام احمد کی ان شرائط پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ لکھتے ہیں:

"اس پیشین گوئی کی رو سے مباحثہ کا وقوف پذیر ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ لاہور پہنچنا ضروری ہے۔ وہی فاتح قرار پائے گا کہ جو لاہور پہنچے گا اور جو لاہور نہیں پہنچے گا وہ الہام کی رو سے ناکام و نامراد سمجھا جائے گا۔ تمام دنیا پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہے کہ قبلہ پیر صاحب حسب وعدہ لاہور پہنچ گئے لیکن مرزا صاحب بار بار تقاضوں کے باوجود لاہور نہ آئے بلکہ قادیان میں ہی بیٹھ کر اپنی فتح اور قبلہ پیر صاحب کی شکست کا اعلان کرتے رہے۔"[30]

لاہور میں قادیانی واعظین مقابلہ کے دنوں میں مرزا کے نئے الہامات اپنے واعظ میں بیان کر رہے تھے۔ "مہر منیر" کے مؤلف مولانا فیض احمد فیض نے قادیانی الہامات کا ذکر "فتح مبین" میں یوں کیا ہے:

1. بے شک نبی کے ذمے واجب ہوتا ہے کہ منکرین کے مقابلے میں پہنچ کر اتمام حجت کرے۔ پہلے چونکہ جہاد سیفی کا زمانہ تھا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کفار کے مقابلے میں شمشیر بکف ہو کر فرماتے تھے مگر اب جہاد سیف منسوخ ہو چکا ہے اور قلمی جہاد کا زمانہ ہے اس لیے حضرت مسیح موعود قلم کے ذریعے جہاد فرما رہے ہیں۔
2. یہ درست ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو "وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا) کی بشارت مل چکی تھی لیکن انبیاء کو اس امر کا بھی حکم ہے کہ اس عالم میں جو عالم اسباب ہیں الہام الٰہی کی منشا کی تکمیل کے لیے خود بھی چارہ سازی اور تدابیر اختیار کریں۔ حضرت مرزا صاحب پر بروئے الہام واضح ہو چکا تھا کہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں کہ اس لیے آپ کو ضروری ہو گیا ہے کہ اپنی حفاظت کے خیال سے لاہور نہ آئے۔
3. خدا تعالیٰ کے احکام ہمیشہ شرطیہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ حضرت مسیح موعود کی دعوت کو بلا چوں وچرا تسلیم کر کے تحریری مناظرہ کے لیے حاضر ہو جاتے اور اپنی خانہ زاد شرائط کا افسانہ نہ کرتے تو یقیناً الہام الٰہی کا وہ منشا جو استعارات میں درج ہے پورا ہو جاتا پس وہ لوگ بہت ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ الہامی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔[31]

میدان مناظرہ سے فرار ہونے کے بعد قادیانیوں کی پھر حامی پیشگوئیوں پر مولانا فیض احمد فیض تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"قادیانی استدلال کا یہ انداز اسلامی شعور سے جس کے نظریات اور مشاہدات سیدھے صاف انداز اور حقیقت پر مبنی تھے کچھ اس قدر بعید اور بیگانہ تھے کہ لوگوں کے طنز اور تہذیب کا سامان بن گیا کیونکہ اس میں کسی بات کا مطلب بھی سیدھا اور بغیر تاویل اور بغیر ہیرا پھری کے نہ ہوتا تھا اس لیے شعراء نے مدارس کی پٹاری آزاد خیال مصنفین اور مقررین نے "سودیشی نبوت کی ابلا فریبی" اور علماء کے ثقہ اور باوقار قلم نے تاویلات نامعقولہ کا نام دیا۔ اسی طرز اصطلاح استدلال کی بدولت قادیانیت کو کبھی بھی میدان مقابلہ میں آنے کی جرات نہ ہوئی اور قرآنی نظریہ عدالت وبصالت سے روگردانی کا سب سے پہلا ثمرہ تھا۔"[32]

مولوی محمد کرامت دین دبیر فتح لاہور کے چشم دید گواہ ہیں اور بعد ازاں انہوں نے عدالتی مقدمات میں بھی مرزا کو شکست فاش دی۔ وہ 24 اگست تا 29 اگست لاہور کے جلسہ تحفظ ختم نبوت میں موجود تھے۔ پیر مہر علی شاہ اور مولوی کرم الدین دبیر اور

سینکڑوں علماء اور لاکھوں امت مسلمہ کے افراد مرزا کا انتظار کرتے رہے لیکن مرزا پر پیر مہر علی شاہ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اسے قادیان سے نکلنے کی جرات نہ ہوئی۔ سلاسل اربعہ سب کے کل مشائخ کو للکارنے والے مکذب کو ایک صوفی جو ہزاروں پر بھاری اس کے سامنے سے گزرنے اور اس کی مجلس میں حاضر ہونے کی ہمت نہ ہو سکی اور مرزا کی غیر حاضری یہ حقیقت میں خود مرزا کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت و جلال کا کھلا کھلا نشان تھا جس نے مرزا کی جھوٹی اور بے جا شیخی کو کچل ڈالا۔ اس واقعہ فتح لاہور کے چشم دید حالات بیان کرتے ہوئے مولوی کرم الدین دبیر بیان کرتے ہیں:

> "مقابلہ لاہور تو درکنار آپ کو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا ومافیہا کی خبر نہ رہی اور" وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ بِمَا كَفَرُوْا "کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور میں آیا۔ برخلاف اس کے حضور پرنور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا جس کا آیت" وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ "میں وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس اور بابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیے ہیں جس طرح پہلے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو الٰہی غیرت اور خود ان کے اپنے کفر و غرور نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا۔ ایسا ہی اس نے مرزا کی جھوٹی مہدویت، رسالت و مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔"[33]

فتح مبین بمقام بادشاہی مسجد کی کاروائی کو مفتی محمد امین قادری نے جلسہ روداد اسلامیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

> "پیر صاحب نے چھ دن قیام کیا اور مرزا کا انتظار کیا مگر وہ نہ آیا اور نہ ہی اس کو آنا تھا۔ اسے مناظرہ سے پہلے "الہامی سکوتی" ہو گیا تھا۔ آخر کار مرزا قادیانی کی آمد سے ناامید ہو کر 27 اگست 1900ء کو مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں پیر جماعت علی شاہ، مولانا عبد اللہ ٹونکی، مولانا احمد الدین جہلمی، مولانا محمد علی، مولوی عبد الجبار غزنوی، مولانا محمد حسن فیضی، خلیفہ تاج الدین احمد، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور خواجہ عبد الخالق جہاں خیلاں شریف نے خطاب کیا۔"[34]

مذکورہ مناظرانہ چپقلش کے اثرات

فتح مبین میں مولانا محمد اشرف ہزاروی نے بادشاہی مسجد میں نتائج و اثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

1. حضرت پیر مہر علی شاہ کا تجر علمی ثابت ہو گیا اور قادیانیت کے خلاف جہاد میں تمام ہندوستان کے علماء و مشائخ نے ان کو اپنا قائد مان لیا اور ان کو اپنا واحد نمائندہ قرار دیا۔
2. مرزا کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ آپ شہرت کے جھوٹے دعوے میں جھوٹے اور مفتری ہیں۔ مرزا صاحب کی قرآن دانی، علمی حیثیت اور مناظرہ بازی کا پول کھل گیا۔
3. قادیانیت کو سخت دھچکا لگا خصوصاً سرحد میں اس کی ترقی کی رفتار بہت متاثر ہوئی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیر صاحب قبلہ کے اثر کے باعث پنجاب اور سرحد کے علاقوں میں خصوصاً قادیانیت کی تبلیغ و ترقی کو سخت نقصان پہنچا۔ راولپنڈی سے لے کر افغانستان تک قادیانی تحریک مفلوج ہو کر رہ گئی۔[35]

اثرات و نتائج کے حوالے سے مفتی محمد امین قادری لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اپنی کتاب مجدد اعظم میں جب اس موضوع پر لکھا تو عجیب عجیب عنوان لگا کر مثلاً پیر

گولڑوی کا سکوت عن الحق۔ پیر گولڑوی صاحب پر آخری اتمام حجت، پیر گولڑوی صاحب کا فرار، گولڑویوں کی اشتعال انگیزی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کے لاہور جانے سے قادیانی نبوت کا گریبان چاک اور دامن تار تار ہو گیا جس سے کئی گم گشتگان راہ از نو مسلمان ہوئے اور کئی مذبذبین راہ راست پر مستقیم ہو گئے۔"[36]

نتائج بحث

مذکورہ موضوع پر تحقیق سے حاصل شدہ نتائج درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیے جاسکتے ہیں:

- پیر مہر علی شاہؒ نے قادیانیت کی تردید محض جذباتی یا مناظرانہ اسلوب میں نہیں بلکہ مضبوط علمی بنیادوں پر کی، جس میں قرآن، سنت، اجماعِ امت اور عقیدۂ ختمِ نبوت کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، یوں ان کی تردید علمی استحکام اور استدلالی قوت کی حامل نظر آتی ہے۔
- ان کا فکری کردار اس لحاظ سے منفرد تھا کہ وہ ایک صاحبِ طریقت صوفی ہونے کے ساتھ جید عالم بھی تھے، جس نے قادیانیت کے اس دعوے کو عملاً رد کیا کہ تصوف یا روحانیت نبوت کے نئے مفاہیم کو جنم دے سکتی ہے۔
- عملی سطح پر پیر مہر علی شاہؒ نے قادیانیت کے خلاف امتِ مسلمہ کو فکری طور پر منظم کیا اور علماء، مشائخ اور عوام کے درمیان ربط و تعاون پیدا کر کے عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کو ایک اجتماعی دینی فریضہ بنایا۔
- ان کی حکمتِ عملی میں شدت یا تکفیر کے بجائے علمی وقار، اخلاقی برتری اور ذمہ دارانہ طرزِ خطاب نمایاں رہا، جس سے ان کی جدوجہد دیرپا اثرات کی حامل ثابت ہوئی۔
- پیر مہر علی شاہؒ کی خدمات نے برصغیر میں ختمِ نبوت کی تحریک کو ایک فکری سمت فراہم کی، جس کے اثرات بعد کے علماء اور دینی تحریکات میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔
- مقالہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قادیانیت کی تردید میں پیر مہر علی شاہؒ کا کردار محض ایک تاریخی ردِعمل نہیں بلکہ ایک مستقل علمی نمونہ ہے، جو عصرِ حاضر میں بھی فکری انحرافات کے مقابلے کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

References

1 Golarvī, Pīr Meher ʿAlī Shāh, *Hadiyyat al-Rasūl*, (Islamabad: Maktabah Mahriyyah, 2012), P. 3.
2 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, (Karachi: al-Idārah al-Taḥaffuẓ al-ʿAqāʾid al-Islāmiyyah, 2012), 3/536.
3 Golarvī, Pīr Meher ʿAlī Shāh, *Shams al-Hidāyah fī Ithbāt Ḥayāt al-Masīḥ*, (Islamabad: Maktabah Mahriyyah, 2012), P. 2.
4 Golarvī, Pīr Meher ʿAlī Shāh, *Sayf Chishtīyāʾī*, (Islamabad: Maktabah Mahriyyah, 2011), P. 3.
5 Al Qurʾān 4:157.
6 Golarvī, *Shams al-Hidāyah fī Ithbāt Ḥayāt al-Masīḥ*, P. 9–10.
7 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 4/14.
8 Ibid.
9 Ẓafar Allāh, *Sayyidnā Pīr Meher ʿAlī Shāh Golarvī: Ek Nābighah-yi Rūzgār Shakhṣiyyat* (Islamabad: Maktabah Mahriyyah, 2014), P. 51.
10 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 4/14.
11 Ibid.
12 Ibid.
13 Golarvī, *Sayf Chishtīyāʾī*, P. 4.
14 Ẓafar Allāh, *Sayyidnā Pīr Meher ʿAlī Shāh Golarvī: Ek Nābighah-yi Rūzgār Shakhṣiyyat*, P. 14.
15 Golarvī, *Sayf Chishtīyāʾī*, P. 2.
16 Fayḍ Aḥmad, *Mehr Munīr*, (Islamabad: Maktabah Mahriyyah, 2004), P. 530.
17 Golarvī, *Sayf Chishtīyāʾī*, P. 2.
18 Ẓafar Allāh, *Sayyidnā Pīr Meher ʿAlī Shāh Golarvī: Ek Nābighah-yi Rūzgār Shakhṣiyyat*, P. 52.
19 Ibid, P. 31.
20 Fayḍ Aḥmad, *Mehr Munīr*, P. 210.
21 Ibid.
22 Ibid, P. 219.
23 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 3/539.
24 Ẓafar Allāh, *Sayyidnā Pīr Meher ʿAlī Shāh Golarvī: Ek Nābighah-yi Rūzgār Shakhṣiyyat*, P. 66.
25 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 3/540.
26 Fayḍ Aḥmad, *Mehr Munīr*, P. 231.
27 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 3/540.
28 Ẓafar Allāh, *Sayyidnā Pīr Meher ʿAlī Shāh Golarvī: Ek Nābighah-yi Rūzgār Shakhṣiyyat*, P. 67.
29 Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī, *Qādiyāniyyat Apnē Āʾīnay Mēṅ*, P. 145.
30 Ẓafar Allāh, *Sayyidnā Pīr Meher ʿAlī Shāh Golarvī: Ek Nābighah-yi Rūzgār Shakhṣiyyat*, P. 78.
31 ʿAbd al-Ḥaqq, *Fatḥ Mubīn*, (Islamabad: Maktabah Mahriyyah, 2002), P. 136.
32 Ibid.
33 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 9/170.
34 Ibid.
35 ʿAbd al-Ḥaqq, *Fatḥ Mubīn*, P. 239–240.
36 Muḥammad Amīn, *ʿAqīdah Khatm al-Nubuwwah*, 3/541.